Journal of Media Horizons
ISSN: 2710-4060 2710-4052 Volume 7, Issue 2, 2026

بزرگوں کی نگہداشت کے اسلامی اور مغربی تصورات:
ایک تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

Esha Batool[*1], Muhammad Usman[2], Muhammad Qasim[3]

[*1,2,3]*M. Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, The Superior University Lahore, Pakistan*

[*1]eshabatool9070@gmail.com , [2]mu176430@gmail.com, [3]waqarsialvi@gmail.com

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.21701514

Keywords
Elderly care, Western utilitarianism, Islamic jurisprudence, Kafalah system, Institutionalization, Intergenerational gap.

Article History
Received: 22 December 2025
Accepted: 06 February 2026
Published: 21 February 2026

Copyright @Author
Corresponding Author: *
Esha Batool

Abstract

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا[1]

Human civilization currently faces a profound paradigm shift regarding the treatment of its aging population. Modern Western frameworks evaluate elderly individuals predominantly through the lens of economic productivity and utilitarianism. This materialistic philosophy isolates the aged, systematically shifting their care from the familial sphere to commercialized institutions like old age homes. Such institutionalization triggers severe social death, stripping the elderly of emotional warmth and existential purpose. The Islamic epistemological worldview presents a radically different foundation for elderly care. Aging is recognized as a period of immense spiritual reverence rather than a phase of economic burden. Caring for the elderly, especially parents, is an uncompromising legal and moral obligation intertwined with divine worship. The Prophetic teachings position the elderly as anchors of familial blessings and societal stability. This study analytically compares these two divergent concepts. It examines classical Islamic jurisprudence and modern sociological theories to dissect the psychological and ethical consequences of Western institutional care. The research establishes that the Islamic Kafalah system, which mandates physical proximity and deep emotional engagement, offers a superior, humane alternative. Developing hybrid models like adult daycare and reviving state-funded Bait-ul-Mal initiatives provides a pragmatic Shariah-compliant solution to contemporary urbanization challenges. These measures ensure dignity for the elderly without dismantling the sacred family unit.

تعارف

انسانی وجود کائنات میں ایک مسلسل ارتقائی سفر سے عبارت ہے، جس کی ابتدا انتہائی کمزوری، بے بسی اور احتیاج سے ہوتی ہے۔ وقت کے پہیے کے ساتھ انسان شباب اور طاقت کی منازل طے کرتا ہے، عروج کی بلندیوں کو چھوتا ہے، مگر طبعی قوانین کے تحت یہ قوت دائمی نہیں

رہتی۔ ایک وقت ایسا آتا ہے جب جسمانی اعضاء مضمحل ہونے لگتے ہیں، حواس جواب دینے لگتے ہیں اور انسان دوبارہ اسی محتاجی کی طرف لوٹ جاتا ہے جس کا سامنا اسے طفولیت میں تھا۔ اس ناقابلِ تردید حیاتیاتی اور مابعد الطبیعیاتی حقیقت کو کلامِ الٰہی نے انتہائی بلیغ اور جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾

"اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد طاقت بخشی، پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا طاری کر دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہ سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے۔"[2]

اس آیتِ ربانی کی تفسیر میں امام فخر الدین الرازی رقم طراز ہیں کہ انسان کی پیدائش کا آغاز نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے جو ضعف کی انتہا ہے، اور شباب کی قوت عارضی ہونے کے باعث بالآخر دوبارہ شیبۃ (بڑھاپے) کی صورت میں زوال پذیر ہو جاتی ہے[3]۔ یہ طبعی کمزوری انسان کو دوسروں کے سہارے، توجہ اور جذباتی وابستگی کا محتاج بنا دیتی ہے۔

قدیم روایتی اور اسلامی معاشروں میں اس طبعی محتاجی کا بہترین مداوا مشترکہ خاندانی نظام کی صورت میں موجود تھا۔ ان معاشروں میں بزرگوں کو خاندان کا محور و مرکز تسلیم کیا جاتا تھا اور ان کی خدمت کو محض ایک فریضہ نہیں بلکہ روحانی ارتقاء کا زینہ سمجھا جاتا تھا۔ عصرِ حاضر میں صنعتی، معاشی اور تکنیکی انقلابات نے انسانی رشتوں کی ساخت کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔ جدید مادی تہذیب نے انسان کی قدر و قیمت کو اس کی معاشی فعالیت سے جوڑ دیا ہے۔ جب کوئی فرد عمر رسیدگی کے باعث معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے، تو جدید معاشرہ اسے ایک غیر پیداواری بوجھ تصور کرنے لگتا ہے۔ اردو کے عظیم شاعر میر تقی میر نے انسان کی اس بے بسی اور وقت کے سفاکانہ تغیر کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

موسمِ پیری میں اب کیا خاک اڑائیں گے ہم
عمرِ رفتہ کو مگر یاد کر کے روئیں گے ہم[4]

اس ہمہ گیر فکری تبدیلی کے نتیجے میں بزرگوں کی نگہداشت کا معاملہ خاندان کی گرمجوش آغوش سے نکل کر ریاست اور نجی اداروں کے سرد خانوں تک پہنچ چکا ہے۔ اولڈ ہاؤس سسٹم دراصل اسی مادی اور افادیت پسندانہ فلسفے کی عملی پیداوار ہے۔ زیرِ نظر تقابلی مطالعے کا بنیادی مقصد ان دو متضاد تصوراتِ حیات —یعنی مغربی ادارہ جاتی نگہداشت اور اسلامی خاندانی نظامِ کفالت— کا گہرا علمی، فقہی اور عمرانی جائزہ لینا ہے تاکہ انسانیت کے اس حساس ترین مسئلے کا متوازن اور پائیدار حل دریافت کیا جا سکے۔

مغربی فلسفہِ نگہداشت

مغربی معاشرے میں عمر رسیدہ افراد کی نگہداشت کا موجودہ ڈھانچہ ان فکری انقلابات کا مرہونِ منت ہے جو نشاۃ الثانیہ اور تحریکِ تنویر کے دور میں برپا ہوئے۔ قبل از جدید دور میں یورپ کا خاندانی نظام مذہبی بنیادوں پر استوار تھا جہاں کلیسا اور وسیع تر خاندان ضعیفوں کی کفالت کے ضامن تھے۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں ابھرنے والے سیکولر ہیومن ازم نے مابعد الطبیعیاتی سچائیوں کی جگہ انسانی عقل کو حتمی ماخذِ علم تسلیم کر لیا۔

جدید مغربی فکر کا سب سے نمایاں پہلو انفرادیت پسندی ہے۔ مشہور مغربی مفکر جان لاک نے یہ نظریہ پیش کیا کہ فرد کی ذاتی آزادی اور خود مختاری کسی بھی سماجی یا عائلی وابستگی پر مقدم ہے[5]۔ اس فلسفے نے خاندانی رشتوں کی نامیاتی حیثیت کو ختم کر کے انہیں محض ایک سماجی معاہدے میں تبدیل کر دیا۔ افراد اپنے ذاتی کیریئر اور مادی خوشی کو خاندانی ذمہ داریوں پر ترجیح دینے لگے۔

اس معاشرتی رویے کو معروف ماہرِ عمرانیات زیگمنٹ باؤمن نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں انتہائی باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"In the liquid modern society, relationships are temporary and fluid, making long-term commitments like elder care seem like a burden".

"سیال جدید معاشرے میں رشتے عارضی اور غیر مستقل ہو چکے ہیں، جس نے بزرگوں کی دیکھ بھال جیسے طویل مدتی وعدوں کو ایک بوجھ بنا دیا ہے۔"[6]

سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت نے اس انفرادیت پسندی کو مادی افادیت کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اس نظام کے تحت کسی بھی انسانی وجود کی اہمیت اس کی معاشی پیداواری صلاحیت سے مشروط ہے۔ جب تک انسان نوجوان اور متحرک رہتا ہے، مارکیٹ اسے اپنا حصہ مانتی ہے۔ بڑھاپے کی کمزوری کے ساتھ ہی اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ سرمایہ دارانہ منڈی کے لیے ایک ناکارہ پرزہ بن جاتا ہے۔ کرس فلپسن نے واضح کیا ہے کہ ریٹائرمنٹ دراصل سرمایہ داری کا وہ ہتھیار ہے جو غیر پیداواری افراد کو مرکزی معاشی دھارے سے نکال کر گوشہ تنہائی میں دھکیل دیتا ہے[7]۔

اس فکری پس منظر میں نگہداشتِ بزرگاں خاندانی محبت کے بجائے "نگہداشت کی تجارتی کاری" کا روپ دھار چکی ہے۔ مغرب کا یہ مادی پیمانہ رشتوں کی تقدیس کو پامال کرتا ہے۔ مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبال نے مغربی تہذیب کی اس ظاہری چمک دمک اور باطنی بے حسی پر گہری چوٹ کی ہے:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا[8]

انسانیت کو مادی افادیت کی ترازو میں تولنے کے اسی فلسفے نے خاندانی نظام کو منہدم کر کے بزرگوں کو نرسنگ ہومز کے حوالے کرنے کا جواز فراہم کیا۔

ادارہ جاتی نگہداشت کا مغربی تصور

مغرب میں اولڈ ہاؤس سسٹم کا ارتقائی سفر کلیسا کی خیرات سے شروع ہو کر بتدریج ایک کثیر القومی تجارتی صنعت میں تبدیل ہوا۔ قرونِ وسطیٰ میں بزرگوں کی پناہ کے لیے مذہبی خانقاہوں کے زیرِ انتظام "الامز ہاؤس" قائم کیے گئے۔ انگلینڈ کے بادشاہ ایتھلستن نے 936ء میں یارک کے مقام پر ایسا ہی ایک فلاحی شفاخانہ قائم کیا تھا جو خالصتاً مذہبی ہمدردی کے تحت چلتا تھا[9]۔

سولہویں صدی میں جب ہنری ہشتم نے گرجا گھروں کی جائیدادیں ضبط کیں، تو یہ فلاحی نظام زمین بوس ہو گیا۔ ملکہ الزبتھ اول کے دور میں 1601ء میں "الزبتھن پور لا" نافذ ہوا، جس کے تحت ہر علاقے کو اپنے غریبوں اور بزرگوں کے لیے پناہ گاہیں بنانے کا پابند کیا گیا[10]۔ یہ جدید اولڈ ہاؤسز کی ابتدائی اور کچی شکل تھی جہاں ضعیفوں کو انتہائی نامساعد حالات میں رکھا جاتا تھا۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے صنعتی انقلاب نے دیہی آبادیوں کو شہروں کے تنگ مکانات میں منتقل ہونے پر مجبور کیا۔ مشترکہ خاندانی ڈھانچہ ٹوٹ کر نیوکلیئر فیملی میں بدل گیا۔ خواتین جو روایتی طور پر بزرگوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں، کارخانوں اور دفاتر کا حصہ بن گئیں۔ اس صورتحال نے بزرگوں کو گھروں میں بالکل تنہا کر دیا۔ بیسویں صدی میں امریکہ کے "سوشل سیکیورٹی ایکٹ 1935" اور بعد ازاں میڈیکیئر پروگرامز نے اس شعبے میں نجی سرمایہ کاری کے دروازے کھول دیے۔ نگہداشت ایک اربوں ڈالر کی صنعت بن گئی، جہاں جدید ترین طبی سہولیات تو میسر تھیں لیکن رشتوں کی حرارت غائب تھی۔

اس ادارہ جاتی ماڈل کے بزرگوں پر مرتب ہونے والے نفسیاتی اثرات انتہائی دلخراش ہیں۔ ماہرِ عمرانیات اروِنگ گوفمین نے ان اداروں کو "مکمل ادارے" کا نام دیا ہے، جہاں فرد کی انفرادی شناخت، پسند اور ناپسند کو بیوروکریٹک قوانین کے تحت کچل دیا جاتا ہے اور وہ محض ایک بستر نمبر بن کر رہ جاتا ہے[11]۔

بزرگوں کو جب ان کے آبائی گھروں اور اپنوں سے دور ان اداروں میں رکھا جاتا ہے، تو وہ ایک شدید قسم کی نفسیاتی کیفیت کا شکار ہوتے ہیں جسے "سماجی موت" کہا جاتا ہے۔ جسمانی موت سے بہت پہلے وہ معاشرے اور اپنے ہی خاندان کے لیے مر چکے ہوتے ہیں۔ محبت اور اپنائیت سے محرومی ان کے اندر کلینیکل ڈپریشن اور وجودی اضطراب پیدا کرتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے انسان کی اس دردناک کیفیت کو ایک خوبصورت شعر میں یوں سمویا ہے:

عمر بھر بوجھ اٹھایا ہے جن رشتوں کا میں نے
وہی رشتے مرے کندھوں کو تھکانے آئے[12]

خاندانی روابط کا یہ انقطاع بزرگوں کے مدافعتی نظام کو کمزور کر دیتا ہے۔ وہ روزانہ اس امید پر دن گزارتے ہیں کہ کوئی اپنا ان کی خیریت دریافت کرنے آئے گا۔ یہ مادی نظام بزرگوں کے جسموں کو تو شاید کچھ عرصہ زندہ رکھ لے، لیکن ان کی روح کو تنہائی کے اندھیروں میں مار دیتا ہے۔ ادارہ جاتی نگہداشت کی یہ مصنوعی ساخت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مارکیٹ کی منطق کبھی بھی انسانی خلوص اور عائلی محبت کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔

اسلامی تصورِ حیات اور عمر رسیدگی

مغربی مادی تہذیب انسانی وجود کو افادیت اور پیداواری صلاحیت کے پیمانے پر پرکھتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی تصورِ حیات کی بنیاد اس مابعد الطبیعیاتی حقیقت پر استوار ہے کہ انسان کائنات کی مکرم ترین مخلوق ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں انسان کی قدر و قیمت اس کے معاشی افعال سے مشروط نہیں، بلکہ یہ تکریم اسے منشائے الٰہی کے تحت روزِ اول سے ودیعت کر دی گئی ہے۔ انسان شباب کی توانائیوں سے لیس ہو یا بڑھاپے کے ضعف میں مبتلا ہو، اس کا وجودی شرف کسی بھی لمحے زوال پذیر نہیں ہوتا۔ اس آفاقی اصول کو قرآنِ مجید نے ان خوبصورت الفاظ میں حتمی شکل دی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾

"اور یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی ہے، اور ہم نے انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا، اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت بخشی ہے۔"[13]

معروف مفسر امام فخر الدین الرازی اس آیتِ مبارکہ کی تشریح میں ایک نہایت عمیق فکری نکتہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے مطابق، دیگر مخلوقات کی فضیلت ان کے طبعی اور جسمانی افعال تک محدود ہو سکتی ہے، مگر انسان کی اصل تکریم اس کی روح کی پاکیزگی اور معرفتِ الٰہی میں پنہاں ہے۔ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے ظاہری قویٰ کمزور پڑ جاتے ہیں، تب بھی اس کی عقل اور روحانی کمال باقی رہتا ہے، جو زندگی بھر کے تجربات اور اعمال سے نکھرتا ہے۔ جسمانی ضعف کی بنا پر انسان کا یہ مقامِ تکریم ہرگز ختم نہیں ہوتا[14]۔

اسلامی تعلیمات میں بڑھاپا کوئی بیماری یا لعنت نہیں جسے معاشرے کی نظروں سے دور کسی اولڈ ہاؤس میں چھپا دیا جائے، بلکہ یہ ایک ایسا روحانی درجہ ہے جو انسان کو قدرتِ خداوندی کے بے حد قریب کر دیتا ہے۔ عمر رسیدگی کے طبعی اثرات، جیسے بالوں کی سفیدی اور اعضاء کی نقاہت، اسلامی معاشرت میں تجربے، بردباری اور احترام کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ فارسی کے مایہ ناز شاعر محمد علی صائب تبریزی نے بڑھاپے کے اس وقار اور سفیدیِ مو کی قیمت کو کیا خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے:

موی سپید را فلکِ پیر رایگان نداد

ایں رشتہ را بہ نقدِ جوانی خریدہ ام

"بوڑھے آسمان نے یہ سفید بال مجھے مفت میں نہیں دیے، میں نے یہ دھاگہ اپنی جوانی کی نقد قیمت ادا کر کے خریدا ہے۔"[15]

بزرگوں کا یہ تجربہ اور ان کی عمر رفتہ معاشرے کے لیے ایک ایسا اثاثہ ہے جس کی توقیر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے براہِ راست اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ

"بیشک بوڑھے مسلمان کی عزت و تکریم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ ہے۔"[16]

یہ حدیث اسلامی عمرانیات کے پورے فریم ورک کو مادی افادیت پسندی سے الگ کر کے ایک مقدس الٰہیاتی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ جب ایک نوجوان کسی بزرگ کی خدمت کرتا ہے، تو وہ محض ایک سماجی ڈیوٹی سر انجام نہیں دے رہا ہوتا، بلکہ وہ خالقِ کائنات کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا عملی ثبوت پیش کر رہا ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں بزرگ افراد بوجھ نہیں، بلکہ غیبی نصرت اور رزق کی وسعت کا سب سے بڑا ظاہری سبب ہیں۔ جب سرمایہ دارانہ ذہنیت انسان کو ناکارہ سمجھ کر تنہا چھوڑنے کا جواز تراشتی ہے، تو سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم امت کو یہ عظیم اصول سکھاتی ہے کہ تمہاری معاشی اور سیاسی فتوحات انہی ضعیفوں کی دعاؤں کی مرہونِ منت ہیں۔ صحیح البخاری میں مروی ہے:

هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ

"کیا تمہیں تمہارے ضعیفوں (اور کمزوروں) کے سوا کسی اور کی وجہ سے مدد دی جاتی ہے یا رزق دیا جاتا ہے؟"[17]

حافظ ابن حجر العسقلانی اس مقام پر نہایت بصیرت افروز نکتہ پیش کرتے ہیں۔ انسان ظاہری اسباب کے تحت اپنی قوت اور تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے، لیکن ضعیف اور عمر رسیدہ شخص چونکہ اپنی جسمانی طاقت کھو چکا ہوتا ہے، اس لیے اس کا توکل اور اللہ کی طرف رجوع جوانوں کی نسبت کہیں زیادہ خالص ہوتا ہے۔ جب وہ خلوصِ دل سے ہاتھ اٹھاتا ہے، تو اس کی دعا پورے معاشرے کے حق میں قبول ہوتی ہے[18]۔ یہی مابعد الطبیعیاتی مقام ہے جو بزرگوں کو خاندان کے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا۔

خاندانی کفالت اور فقہِ اسلامی

اسلامی تصورِ حیات محض نظریاتی عقائد کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ ایک انتہائی ٹھوس اور عملی قانونی ڈھانچہ بھی فراہم کرتا ہے۔ بزرگوں کے احترام اور ان کی دیکھ بھال کے مابعد الطبیعیاتی تصورات کو شریعت نے زمین پر نافذ کرنے کے لیے "نفقہ" اور "صلہ رحمی" کے مستحکم قوانین وضع کیے ہیں۔

انسانی رشتوں کی آبیاری اور ان کے حقوق کی ادائیگی کو اسلام میں صلہ رحمی کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی ایسا اختیاری عمل نہیں جسے انسان اپنی مرضی یا فراغت کے اوقات پر چھوڑ دے۔ خاندانی تعلقات کو جوڑے رکھنا اور قریبی رشتہ داروں کی بوقتِ ضرورت مدد کرنا ایمان کی تکمیل کے لیے شرط ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صلہ رحمی کے معاشی اور حیاتیاتی ثمرات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ

"جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے، تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔"[19]

جدید اولڈ ہاؤس سسٹم اور مغرب کا ادارہ جاتی ماڈل خالصتاً عقلِ محض اور ریاضیاتی نفع و نقصان پر قائم ہے، جہاں خاندانی جذبوں کو ریاستی قوانین اور مادی اداروں کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے اس مادی عقلیت پسندی اور اسلامی جذبہِ ایثار کے درمیان فرق کو عشق اور عقل کی کشمکش کے پیرائے میں بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

وہ پُرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں
عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تارِ رفو[20]

خاندانی نظام میں جو دراڑیں اور شگاف جدیدیت کی عقلِ عیار نے پیدا کیے ہیں، انہیں کسی ادارے کے بیوروکریٹک قوانین کے ذریعے نہیں سیا جا سکتا۔ انہیں جوڑنے کا واحد رستہ وہ اسلامی الفت، محبت اور شرعی ذمہ داری کا احساس ہے جو اولاد کو والدین کے قدموں میں بچھا دیتا ہے۔

فقہِ اسلامی میں والدین اور عمر رسیدہ اقارب کی کفالت کو "نفقۃ الاقارب" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ محض اخلاقی سفارش نہیں بلکہ ایک قطعی قانونی فریضہ ہے۔ جب کوئی بزرگ کمانے کے قابل نہ رہے اور اس کے پاس ذاتی وسائل نہ ہوں، تو اس کا مالی بوجھ اٹھانا اس کی صاحبِ استطاعت اولاد پر قانوناً فرض ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے انفاق کے مصارف بیان کرتے ہوئے سب سے پہلا حق والدین کا مقرر کیا ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾

"وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ فرما دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو، وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"[21]

عظیم فقیہ علامہ ابو بکر بن مسعود الکاسانی اس اصول کی فقہی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر والدین غریب ہوں اور بیٹا مالدار یا کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو والدین کے طعام، لباس، رہائش اور علاج کا خرچہ اس کے ذمے شرعاً واجب ہے۔ اگر وہ اس سے انکار کرے گا تو قاضی (اسلامی عدالت کا جج) اسے زبردستی اس امر پر مجبور کرے گا[22]۔ اسی طرح علامہ ابن قدامہ المقدسی نے واضح کیا ہے کہ فقیر اور کمائی سے عاجز والدین کا نفقہ اولاد کے مال میں واجب ہونے پر تمام اہلِ علم کا مکمل اور غیر متزلزل اجماع ہے[23]۔

یہ مستحکم فقہی اصول اس بات کی گنجائش ہی نہیں چھوڑتا کہ صاحبِ ثروت اولاد اپنے والدین کو کسی خیراتی ادارے یا اولڈ ہاؤس میں مقیم کر دے۔ تاہم، اسلام کا یہ نظامِ کفالت محض خاندانی دائرے تک محدود ہو کر ختم نہیں ہو جاتا۔ اگر معاشرے میں کوئی ایسا عمر رسیدہ شخص موجود ہو جس کی کوئی اولاد نہ ہو، یا اس کے تمام رشتہ دار انتہائی مفلوک الحال ہوں، تو شریعت اس بزرگ کو بے یار و مددگار سڑکوں پر نہیں چھوڑتی۔ یہاں انفرادی کفالت کی جگہ اجتماعی اور ریاستی کفالت کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔

اسلامی ریاست کا بیت المال ایسے بے سہارا افراد کے لیے ایک عالمگیر سماجی تحفظ کا ادارہ ہے۔ تاریخِ اسلام کے اوراق اس ریاستی ذمہ داری کی درخشاں مثالوں سے مزین ہیں۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مشہور فیصلہ اسلامی فلاحی ریاست کا بنیادی دستور مانا جاتا ہے، جب انہوں نے مدینہ کی گلیوں میں ایک نابینا یہودی بزرگ کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اپنے گھر لے گئے، اس کی ضروریات پوری کیں، اور پھر بیت المال کے نگران کی طرف یہ تاریخی فرمان جاری کیا:

انْظُرْ هَذَا وَضُرَبَاءَهُ، فَوَاللَّهِ مَا أَنْصَفْنَاهُ أَنْ أَكَلْنَا شَبِيبَتَهُ ثُمَّ نَخْذُلُهُ فِي هَرَمِهِ

"اس شخص کا اور اس جیسے دیگر افراد کا جائزہ لو۔ خدا کی قسم! ہم نے اس کے ساتھ ہرگز انصاف نہیں کیا کہ اس کی جوانی میں تو ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا (جزیہ وصول کیا) اور اس کے بڑھاپے میں اسے رسوا ہونے کے لیے چھوڑ دیا۔"[24]

اس واقعے نے فقہِ اسلامی میں یہ ٹھوس اصول مرتب کر دیا کہ ریاست میں بسنے والا کوئی بھی کمزور شہری، خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب یا نسل سے ہو، بڑھاپے میں حکومتی وسائل کا اولین حقدار ہے۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لاوارث بزرگوں کے لیے باوقار رہائش اور ماہانہ وظائف کا بندوبست کرے، جو درحقیقت جدید دور کے اولڈ ہاؤسز کی وہ پاکیزہ اور شرعی شکل ہو سکتی ہے جہاں بے سہارا افراد کو معاشرے کا قابلِ احترام حصہ سمجھ کر پناہ دی جاتی ہے۔

IEER
Institute for Excellence in Education & Research

اسلامی اجتماعیت بمقابلہ مغربی انفرادیت

انسانی وجود کی سماجی تشکیل اور عائلی رشتوں کی معنویت کے حوالے سے اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے مابین ایک گہرا جوہری اور مابعد الطبیعیاتی تصادم پایا جاتا ہے۔ مغربی فکری ارتقاء نے رفتہ رفتہ انسان کو اس کے سماجی اور خاندانی تناظر سے الگ کر کے ایک مکمل طور پر خود مختار اور آزاد اکائی کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس تصور کی فکری آبیاری میں جان لاک اور جان اسٹوارٹ مل جیسے مفکرین کا کلیدی کردار رہا ہے، جنہوں نے فرد کی انفرادی آزادی اور اس کے معاشی حقوق کو سماجی وابستگیوں اور خاندانی ایثار پر فوقیت دی[25]۔ اس انفرادیت پسندانہ فلسفے نے انسانی رشتوں کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے انہیں مادی افادیت کے پیمانے پر لا کھڑا کیا۔

جب خاندان کو محض ایک معاشی اشتراک کا ذریعہ مان لیا گیا، تو اس کے لازمی نتیجے کے طور پر بزرگوں کی نگہداشت کا مقدس رشتہ ایک تجارتی جنس بن گیا۔ مغربی معاشروں میں اولڈ ہاؤس سسٹم کا فروغ اسی خاندانی بے دخلی کا عملی مظہر ہے۔ معروف ماہر عمرانیات گوسٹا ایسپنگ اینڈرسن نے اس مغربی ریاستی ماڈل کی خامیوں کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"The welfare state has increasingly assumed responsibilities that were once the domain of the family, leading to a profound de-familialisation of social care".

"فلاحی ریاست نے بتدریج ان ذمہ داریوں کو سنبھال لیا ہے جو کبھی خاندان کا دائرہِ کار تھیں، جس نے سماجی نگہداشت کو گہرے طور پر خاندان سے بے دخل (غیر عائلی) کر دیا ہے۔"[26]

اس غیر عائلی کاری نے بزرگوں کو ان کے قدرتی اور جذباتی مسکن سے نکال کر اداروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اس کے برعکس، اسلامی تصورِ حیات اجتماعیت اور نامیاتی وحدت پر استوار ہے۔ اسلام میں خاندان افراد کا ایک ایسا مربوط نظام ہے جس کا ہر عضو دوسرے کی بقا اور تکریم کا ضامن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس خاندانی اور معاشرتی یکجہتی کو انسانی جسم کی نہایت بلیغ تمثیل کے ذریعے واضح فرمایا ہے:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى

"مومنوں کی آپس میں محبت، رحمت اور شفقت کی مثال ایک جسم کی مانند ہے، جب جسم کا کوئی ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار کے ذریعے اس کا ساتھ دیتا ہے۔"[27]

یہ حدیث مبارکہ اس مادی فلسفے کی جڑ کاٹ دیتی ہے جو کمزور اعضاء کو بوجھ سمجھ کر کاٹ پھینکنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلامی نظامِ کفالت میں بزرگ والدین اس جسم کا وہ حساس ترین حصہ ہیں جن کی تکلیف پر پورے خاندان کا بے چین ہونا ایمان کی علامت ہے۔ علامہ محمد اقبال نے مغربی تہذیب کی اسی انفرادیت پسندی اور انسانوں کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ دینے کی روش پر گہری چوٹ کرتے ہوئے اخوت اور محبت کا درس دیا ہے:

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا[28]

اسلامی اجتماعیت میں بزرگوں کا وجود کسی مادی معاہدے کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ خاندان کے سربراہ اور برکت کا سرچشمہ سمجھے جاتے ہیں۔ جب معاشرہ انفرادی آزادیوں کے سراب میں خونی رشتوں کو اداروں کے حوالے کرتا ہے، تو وہ دراصل اپنی تہذیبی موت کے پروانے پر دستخط کر رہا ہوتا ہے۔ اسلامی نظام اس کی سخت مزاحمت کرتا ہے اور رشتوں کے تقدس کو ہر مادی منفعت پر غالب رکھتا ہے۔

IIER Institute for Excellence in Education & Research

مسلم معاشروں میں اولڈ ہاؤس کلچر

تاریخی اعتبار سے مسلم معاشرے، خصوصاً خطہِ برصغیر، ہمیشہ سے خاندانی استحکام اور بزرگوں کے احترام کی درخشاں مثال رہے ہیں۔ طویل عرصے تک مشرقی روایات اور اسلامی تعلیمات کا یہ خوبصورت امتزاج قائم رہا کہ والدین کا بڑھاپا ان کی اولاد کے گھر کے بہترین اور آرام دہ گوشے میں گزرتا تھا۔ موجودہ دور کی تیز رفتار صنعتی اور عمرانیاتی تبدیلیوں نے اس روایتی قلعے میں گہرے شگاف ڈال دیے ہیں۔ شہر کاری کے سیلاب، رہائشی مکانات کی تنگی اور معاشی مسابقت کی دوڑ نے مسلم خاندانوں کی ساخت کو اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔

مادی ہوس اور دنیاوی آسائشوں کی دوڑ میں شامل نئی نسل نے مغربی طرزِ حیات کی اندھی تقلید شروع کر دی ہے۔ جب میاں بیوی دونوں اپنے کیریئر اور معاشی اہداف کی تکمیل میں مصروف ہو جاتے ہیں، تو گھر میں موجود بوڑھے والدین انہیں اپنے وقت اور وسائل پر ایک بوجھ محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اس فکری زوال نے مسلم معاشروں میں بھی اولڈ ہاؤسز کی تعمیر اور ان میں والدین کو داخل کروانے کے خوفناک رجحان کو جنم دیا ہے۔ والدین جنہوں نے اپنی جوانی کی تمام توانائیاں اولاد کے مستقبل کو سنوارنے میں صرف کر دی ہوتی ہیں، آخری عمر میں انہیں انہی بچوں کے ہاتھوں در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ پروین شاکر نے اس تنہائی اور اولاد کی راہ تکتی بوڑھی آنکھوں کی کیفیت کو کیا خوبصورت اور دردناک انداز میں پیش کیا ہے:

اب تو اس راہ سے وہ شخص گزرتا بھی نہیں

اب کس امید پہ دروازے کو کھولے رکھا[29]

اولڈ ہاؤسز کی یہ دراندازی محض ایک سماجی تبدیلی نہیں، بلکہ یہ اس گہرے تہذیبی اور اخلاقی بحران کی نشان دہی ہے جس میں احسان اور صلہ رحمی جیسی قرآنی اقدار دم توڑ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خونی رشتوں کو توڑنے اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑنے والوں پر سخت ترین وعید نازل فرمائی ہے۔ کلامِ الٰہی میں اس جرم کو زمین میں فساد پھیلانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾

"تو کیا تم سے توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم حکومت پا جاؤ تو زمین میں فساد مچاؤ گے اور اپنے خونی رشتوں کو کاٹ ڈالو گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پس انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔"[30]

والدین کو گھر سے نکال کر کسی فلاحی ادارے یا اولڈ ہاؤس میں مقیم کر دینا قطع رحمی کی بدترین اور سفاک ترین شکل ہے۔ شریعتِ مطہرہ میں رشتوں کے احترام کو اخروی نجات کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا واضح اور دوٹوک فرمان اس حوالے سے کسی بھی قسم کے مادی عذر کی گنجائش کو ختم کر دیتا ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ

"قطع رحمی کرنے والا (رشتوں کو توڑنے والا) جنت میں داخل نہیں ہو گا۔"[31]

مسلم معاشروں میں اولڈ ہاؤس کا کلچر درحقیقت اس ایمانی کمزوری کا غماز ہے جہاں آخرت کی جواب دہی کا احساس مادی مفادات کے طوفان میں غرق ہو چکا ہے۔ میر تقی میر کا یہ شعر معاشرے کی اس بے حسی اور بزرگوں کی حالتِ زار کی مکمل ترجمانی کرتا ہے، جہاں سارا زمانہ ان کی تکلیف سے واقف ہوتا ہے سوائے ان کی اپنی اولاد کے:

IEER
Institute for Excellence in Education & Research

پتہ پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے[32]

اس تہذیبی بحران کی سب سے بڑی وجہ اسلامی تعلیمات کی روح سے دوری ہے۔ جب تک معاشرہ حقوق العباد کو محض ایک سماجی رسم کے بجائے منشائے الٰہی کی تکمیل اور رضائے خداوندی کا ذریعہ نہیں سمجھے گا، اولڈ ہاؤسز جیسی مادی پناہ گاہیں خاندانی رشتوں کی جگہ لیتی رہیں گی اور معاشرہ اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہوتا رہے گا۔

معاصر چیلنجز کے تناظر میں اولڈ ہاؤسز کی شرعی حیثیت

جب ہم جدید اولڈ ہاؤس سسٹم کو شریعتِ اسلامیہ کی میزان پر پرکھتے ہیں، تو ہمیں حالات اور محرکات کے اعتبار سے اس کی فقہی حیثیت کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ ایک لچکدار، حقیقت پسندانہ اور جامع ضابطۂ حیات ہے جو انسانی افعال کو ان کی نیت اور حالات کے تناظر میں جانچتی ہے۔ اولڈ ہاؤسز میں بزرگوں کو مقیم کرنے کے حوالے سے فقہاء نے دو مختلف صورتیں بیان کی ہیں: ایک اختیاری صورت اور دوسری اضطراری صورت۔

اختیاری صورت سے مراد وہ حالت ہے جہاں اولاد صاحبِ استطاعت ہو، گھر میں رہائشی گنجائش موجود ہو، اور والدین بھی کسی ایسی شدید بیماری کا شکار نہ ہوں جس کا علاج گھر پر ناممکن ہو۔ لیکن اولاد محض اپنی ذاتی آزادی، کیریئر، شریکِ حیات کے دباؤ یا والدین کے مزاج کی سختی

سے بچنے کے لیے انہیں اولڈ ہاؤس کے سپرد کر دے۔ فقہِ اسلامی کی روشنی میں یہ عمل حرامِ قطعی ہے اور "عقوقِ والدین" کے بدترین زمرے میں آتا ہے۔ والدین کی خدمت محض پیسے دے کر کسی ادارے سے خریدنے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک بدنی عبادت ہے جس میں قربانی اور ایثار شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایسے شخص کے لیے ذلت اور رسوائی کی وعید سنائی ہے جو اپنے بوڑھے والدین کی موجودگی کے باوجود ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے:

رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ قِيلَ: مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو گئی، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو گئی، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو گئی۔" پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون بدبخت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت حاصل نہ کر سکا۔"[33]

اس کے برعکس، اضطراری صورت وہ ہے جہاں حالات واقعی اولاد کے قابو سے باہر ہو جائیں۔ مثلاً کوئی بزرگ شدید نوعیت کے الزائمر یا ڈیمنشیا کا شکار ہو جائے، جس میں وہ خود کو یا اہلِ خانہ کو نقصان پہنچا سکتا ہو، اور اس کی دیکھ بھال کے لیے چوبیس گھنٹے پیشہ ورانہ طبی عملے کی ضرورت ہو۔ یا پھر کوئی بزرگ ایسا ہو جس کی کوئی اولاد سرے سے موجود ہی نہ ہو اور وہ سڑکوں پر رلنے پر مجبور ہو۔ شریعتِ اسلامیہ ایسی مجبوریوں کا ادراک کرتی ہے۔ فقہِ اسلامی کا مسلمہ قاعدہ ہے:

الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ

"مشقت اپنے ساتھ آسانی لاتی ہے۔"[34]

اس اصول کے تحت، شدید عذر کی بنا پر بزرگوں کو کسی طبی نرسنگ ہوم یا فلاحی اولڈ ہاؤس میں داخل کرنا شرعاً جائز ہو جاتا ہے، بشرطیکہ اولاد ان کی مسلسل خبر گیری کرتی رہے، ان کے اخراجات برداشت کرے اور انہیں یہ احساس نہ ہونے دے کہ انہیں مسترد کر دیا گیا ہے۔ بے سہارا بزرگوں کے لیے تو ریاست کا ایسے دارالامان قائم کرنا فرضِ کفایہ ہے تاکہ ان کے انسانی وقار کا تحفظ کیا جا سکے۔

معاصر سماجی و معاشی چیلنجز کا شرعی حل

جدید دور کے پیچیدہ معاشی اور سماجی چیلنجز کا مقابلہ محض فتوے صادر کرنے یا اولڈ ہاؤسز کی ممانعت کر دینے سے نہیں ہو سکتا۔ شریعت کا تقاضا ہے کہ ایسے اجتہادی اور عملی متبادلات پیش کیے جائیں جو خاندانی نظام کو ٹوٹنے سے بھی بچائیں اور معاصر مجبوریوں کا مداوا بھی کریں۔

اس حوالے سے سب سے بہترین اور متوازن حل "ڈے کیئر سینٹرز برائے معمرین" کا قیام ہے۔ موجودہ دور میں جب میاں بیوی دونوں کو روزگار کے لیے گھر سے باہر جانا پڑتا ہے، تو بوڑھے والدین کو اکیلے گھر پر مقفل کر کے جانا ان کی جان کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ مستقل اولڈ ہاؤس میں چھوڑنے کے بجائے، محلہ یا ضلعی سطح پر ایسے ڈے کیئر سینٹرز بنائے جائیں جہاں بچے صبح جاتے ہوئے اپنے والدین کو چھوڑ جائیں۔ ان مراکز میں بزرگوں کو طبی سہولیات، ہم عمر ساتھیوں کی رفاقت، اور دینی و تفریحی مصروفیات میسر ہوں۔ شام کو واپسی پر اولاد انہیں دوبارہ اپنے ساتھ گھر لے آئے۔ یہ حل قرآنی تصورِ پناہ کے عین مطابق ہے کیونکہ اس طرح بزرگوں کی راتیں اپنے ہی خاندان کی چھت کے نیچے گزرتی ہیں، ان کی تنہائی کا خاتمہ ہوتا ہے اور اولاد بھی اپنے معاشی فرائض آسانی سے سرانجام دے لیتی ہے۔

اس کے علاوہ، ریاست اور فلاحی اداروں کو مل کر "موبائل ہوم کیئر سروسز" متعارف کروانی چاہئیں، جہاں نرسیں اور معالجین گھروں پر جا کر بیمار بزرگوں کی تیمارداری کریں۔ حکومتِ وقت پر لازم ہے کہ وہ "خاندانی کفالت الاؤنس" متعارف کرائے تاکہ ان غریب خاندانوں کی مالی معاونت ہو سکے جو غربت کے باوجود اپنے بزرگوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

مساجد اور محلہ کمیٹیوں کا سماجی کردار بھی اس حوالے سے کلیدی ہے۔ مساجد کو محض نماز کی ادائیگی تک محدود رکھنے کے بجائے انہیں سماجی بہبود کے مراکز میں تبدیل کیا جائے۔ محلے کے نوجوانوں کی ڈیوٹی لگائی جائے کہ وہ تنہا اور ضعیف افراد کے گھر جا کر ان کے کام کاج کریں اور ان کی تنہائی دور کریں۔

قانون سازی کے محاذ پر، حکومتِ پاکستان کی طرف سے جاری کردہ "تحفظِ والدین آرڈیننس" ایک قابلِ ستائش قدم ہے۔ اس قانون کے تحت اولاد کو سختی سے پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کو ان کے اپنے گھروں سے بے دخل نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے قوانین کا موثر اور بے رحم نفاذ ان تمام خود غرض عناصر کے لیے ایک رکاوٹ ثابت ہو سکتا ہے جو اپنے والدین کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر انہیں اولڈ ہاؤسز کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نتائج بحث

زیرِ نظر تحقیقی مقالے کے عمیق جائزے اور تمام تر شرعی، فقہی اور سماجی مباحث کے بعد چند نہایت اہم اور واضح نتائج روزِ روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آئے ہیں، جنہیں درج ذیل نکات میں سمیٹا جا سکتا ہے:

- اسلامی نظامِ کفالت کی بنیاد مابعد الطبیعیاتی اور اخلاقی اقدار پر استوار ہے، جبکہ مغربی اولڈ ہاؤس سسٹم خالصتاً مادی افادیت پسندی اور انفرادیت پر مبنی ہے۔
- شریعتِ اسلامی میں والدین اور بزرگوں کی کفالت محض ایک اخلاقی سفارش نہیں بلکہ اولاد پر عائد ہونے والا ایک قطعی قانونی اور شرعی فریضہ (فرضِ عین) ہے۔
- بغیر کسی ناگزیر شرعی اور شدید طبی عذر کے صاحبِ استطاعت اولاد کا اپنے والدین کو اولڈ ہاؤس منتقل کرنا شرعاً حرام اور عقوقِ والدین کے زمرے میں آتا ہے۔
- اولڈ ہاؤسز کی مادی سہولیات بزرگوں کی جذباتی اور نفسیاتی تنہائی کا ازالہ نہیں کر سکتیں، جس سے وہ شدید احساسِ بیگانگی اور سماجی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔
- لاوارث، بے سہارا اور شدید طبی معذوری کے شکار بزرگوں کے لیے ریاستی سطح پر فلاحی مراکز کا قیام شرعی طور پر جائز اور معاشرے پر فرضِ کفایہ ہے۔
- مشترکہ خاندانی نظام کا زوال اور معاشی دباؤ بزرگوں کی تنہائی کے بنیادی اسباب ہیں، جن کا تدارک صرف اسلامی عائلی اقدار کے احیاء سے ہی ممکن ہے۔

سفارشات و تجاویز

مقالے میں زیرِ بحث آنے والے مسائل کے پائیدار اور دیرپا حل کے لیے درج ذیل عملی، تحقیقی اور سماجی سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- حکومتِ وقت 'تحفظِ والدین آرڈیننس' کو موثر بناتے ہوئے ایسا قانونی میکانزم وضع کرے جس کے تحت نافرمان اولاد کی آمدنی سے والدین کا نفقہ براہِ راست منہا کیا جا سکے۔
- مستقل اولڈ ہاؤسز کے بجائے محلہ سطح پر "ڈے کیئر سینٹرز" قائم کیے جائیں تاکہ بزرگ دن میں طبی و سماجی سہولیات پا سکیں اور رات اپنے خاندان کے ساتھ گزاریں۔
- ریاست اور فلاحی ادارے 'موبائل ہوم کیئر سروسز' متعارف کروائیں تاکہ بیمار اور معذور بزرگوں کو ان کے گھر کی دہلیز پر ہی پیشہ ورانہ طبی نگہداشت فراہم کی جا سکے۔
- تعلیمی نصاب اور ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ذریعے والدین کے احترام اور خاندانی نظام کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے تاکہ نئی نسل میں مادی سوچ کا تدارک ہو سکے۔
- مساجد اور مقامی کمیونٹی کے اشتراک سے محلے کے تنہا اور کمزور بزرگوں کی معاشی اور نفسیاتی مدد کے لیے مقامی سپورٹ نیٹ ورکس بنائے جائیں۔
- اسلامی نظامِ اوقاف اور بیت المال کو جدید خطوط پر فعال کر کے بے سہارا اور لاوارث بزرگوں کے لیے باعزت ماہانہ وظائف کا بندوبست کیا جائے۔
- جو خاندان اپنے بوڑھے والدین کی گھر پر کفالت کر رہے ہیں، حکومت انہیں ٹیکس میں چھوٹ اور خصوصی الاؤنسز جیسی معاشی مراعات فراہم کرے۔

حوالہ جات

[1] Al-Isra, 17:23

[2] الروم، 54:30

[3] الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ، جلد 25، صفحہ 108

[4] میر، میر تقی، کلیاتِ میر، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1968ء، صفحہ 234

[5] Locke, John, Second Treatise of Government, Indianapolis: Hackett Publishing, 1980, 23

[6] Bauman, Zygmunt, Liquid Modernity, Cambridge: Polity Press, 2000, 87

[7] Phillipson, Chris, Capitalism and the Construction of Old Age, London: Macmillan, 1982, 69

[8] اقبال، محمد، بانگِ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1993ء، صفحہ 142

[9] Jones, Peter, A Brief History of Housing for Older People, London: RM Architects, 2015, 12

[10] Smith, David, Poor Relief and the Almshouse, New York: Social Welfare History Project, 2010, 45

[11] Goffman, Erving, Asylums: Essays on the Social Situation of Mental Patients, New York: Anchor Books, 1961, 56

[12] قاسمی، احمد ندیم، رم جھم، لاہور: اساطیر پبلیکیشنز، 1980ء، صفحہ 89

[13] الاسراء، 70:17

[14] الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ، جلد 21، صفحہ 13

[15] تبریزی، محمد علی صائب، دیوانِ صائب تبریزی، تہران: انتشاراتِ نگاہ، 1373ھ ش، صفحہ 412

[16] السجستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داؤد، سنن ابی داؤد، صیدا: المکتبۃ العصریۃ، بے تاریخ، جلد 4، صفحہ 261، کتاب الادب، حدیث: 4843

[17] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 4، صفحہ 38، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 2896

[18] العسقلانی، احمد بن علی ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ، جلد 6، صفحہ 89

[19] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 8، صفحہ 5، کتاب الادب، حدیث: 5986

[20] اقبال، محمد، بالِ جبریل، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1993ء، صفحہ 102

[21] البقرۃ، 215:2

[22] الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1986ء، جلد 4، صفحہ 30

[23] ابن قدامہ، موفق الدین عبداللہ بن احمد، المغنی، ریاض: دار عالم الکتب، 1997ء، جلد 11، صفحہ 372

[24] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، قاہرہ: المطبعۃ السلفیۃ، 1352ھ، صفحہ 126

[25] Locke, John, Second Treatise of Government, Indianapolis: Hackett Publishing, 1980, 23

[26] Esping-Andersen, Gøsta, The Three Worlds of Welfare Capitalism, Princeton: Princeton University Press, 1990, 45

[27] القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، بے تاریخ، جلد 4، صفحہ 1999، کتاب البر والصلۃ والآداب، حدیث: 2586

[28] اقبال، محمد، بانگِ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1993ء، صفحہ 201

[29] شاکر، پروین، خوشبو، لاہور: جہانگیر بکس، 2005ء، صفحہ 112

[30] محمد، 47:22-23

[31] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 8، صفحہ 6، کتاب الادب، حدیث: 5984

[32] میر، میر تقی، کلیاتِ میر، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1968ء، صفحہ 154

[33] القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، بیروت: دار إحیاء التراث العربي، بے تاریخ، جلد 4، صفحہ 1978، کتاب البر والصلۃ والآداب، حدیث: 2551

[34] السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن، الأشباہ والنظائر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء، صفحہ 76